پریم چند کی افسانہ نگاری

پریم چند کی ادبی شخصیت کی تعمیر اور ان کی ذہنی تشکیل میں گاندھی جی ٹالسٹائی، ٹیگور اور سرت چٹر جی کی تعلیمات کا بڑا ہاتھ ہے علاوہ ازیں طلسم ہوشربا نے ان کی قوت فکر کو تیز اور فسانۂ آزاد کے مطالعہ نے ان کے اندر عصری حسیت اور سماجی حقائق کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت پیدا کی۔ گاندھی جی، ٹیگور اور سرت چٹر جی کے اثرات نے پریم چند کے ذہن کو وسعت بخشی اور انھیں حب الوطنی اور انسانی ہمدردی کے جذبہ سے آشنا کیا۔ حالی کی ادبی تحریک نے پریم چند کو سادگی اور اخلاقی اقدار سے روشناس کرایا۔ پھر پریم چند خود حساس فطرت، دردمند دل اور بیدار شعور و احساس کے مالک تھے۔ زندگی کے سنگین و تلخ حقائق، مزدوروں اور غریبوں اور عورتوں پر ہونے والے ظلم و ستم اور سرمایہ داروں اور زمینداروں کے جابرانہ رویہ نے ان کی کھلی آنکھوں اور زندہ شعور کو بہت دور تک دیکھنے اور بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا۔

اس طرح پریم چند نے جاگتے ہوئے شعور و احساس، حب الوطنی اور انسانی ہمدردی سے سرشار دل اور دبے کچلے انسانوں کے دکھ درد کو محسوس کرنے والے ذہن کے ساتھ افسانوی دنیا میں قدم رکھا اور اردو افسانے کو تصوراتی شیش محلوں اونچے طبقے کی عشرت گاہوں اور شہزادوں شہزادیوں کے خوابناک جزیروں سے نکال کر کھیتوں کھلیانوں، مزدوروں، کسانوں کی بستیوں اور چوپالوں کا ہمراز و ہمنشیں اور دبے کچلے انسانوں کی زندگی کا ترجمان بنایا۔ اس طرح اردو افسانہ پہلی بار قوس قزح اور چاند ستاروں کی دھند سے نکل کر لہلہاتے کھیت، پرفضا باغ اور جھونپڑوں تک پہنچا، جہاں سے اصلی ہندوستانی کلچر جنم لیتا ہے چونکہ پریم چند کے ان افسانوں کے پس منظر میں

فکر کی ادبی اور سماجی تہیں ایمانداری سے کام کر رہی تھیں اس لئے یہ افسانے زندگی کا ایسا آئینہ بن گئے جس میں اردگرد کی زندگی منعکس نظر آنے لگی اور اردو افسانہ ہندوستان کی سماجی زندگی سے ہم آہنگ اور ہندوستانی تہذیب کا ایک حصہ معلوم ہونے لگا۔

پریم چند کی ادبی زندگی ۱۹۰۵ء سے ۱۹۳۶ء تک پھیلی ہوئی ہے اکتیس سال کی اس مدت میں ہندوستانی زندگی بڑے نشیب و فراز سے گذری۔ جنگ عظیم کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ہراس و انتشار، سرمایہ و محنت کی آویزش اور حاکم و رعایا کے مابین کشمکش نے عام انسانوں کے عقیدے اور ان کے سوچنے سمجھنے کے انداز کو کافی متاثر کیا۔ پریم چند نے انھیں ٹوٹتے بکھرتے خوابوں اور عام انسان کے زخموں اور داغوں کو اپنے افسانوں میں مختلف انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے حالات کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ ہمیں پریم چند کے افسانوں میں بھی ارتقا اور اتار چڑھاؤ نظر آتا ہے۔ ابتدائی دور میں پریم چند راجپوت سورماؤں کے قصے سنا کر ماضی کی بازیافت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ایک جذباتی نوجوان کی طرح زندگی کے مظاہر پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالتے ہیں۔ وطنیت، قوم پرستی اور پریم بھگتی کو راہ نجات قرار دیتے ہیں اگرچہ داستانوی اثرات کی وجہ سے یہ افسانے فنی اعتبار سے ہمیں مایوس کرتے ہیں لیکن ان میں حب الوطنی اور انسانی ہمدردی کے چراغ جابجا روشن نظر آتے ہیں جو اپنا ایک دیرپا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کے ابتدائی افسانے سوز وطن کے نام سے سامنے آئے۔ اس مجموعہ کی تمام کاپیاں انگریزی حکومت نے ضبط کر لی۔ سوز وطن کے بعد پریم چند کی ادبی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور کے افسانوں میں تاریخی اور اصلاحی رنگ نمایاں ہے۔ ان اصلاحی افسانوں میں 'بازیافت'، 'حج اکبر'، 'سوتیلی ماں'، 'نجات'، 'مندر'، اور 'مستعار گھڑی' قابل ذکر ہیں۔ ان تمام افسانوں میں مقصدی رنگ نمایاں ہے، رنگینی خیال اور مناظر قطرت کی جگہ بے پناہ سوز و گداز نے لے لی ہے۔ ان افسانوں میں کردارنگاری، اتحاد اثر اور دیگر تمام فنی محاسن پائے جاتے ہیں البتہ مندر اور بازیافت جیسے کچھ افسانوں میں مقصدیت کے غلبہ کی وجہ سے کہانی پن متاثر نظر آتا ہے۔

۱۹۲۰ء تک کے افسانوں میں اصلاحی اور مقصدی رنگ نمایاں رہا۔ اس کے بعد

Scanned with CamScanner

سیاسی تحریکوں کے اثر سے ان کے افسانوں میں سیاسی رنگ جھلکنے لگا اور ان کی اصلاحی تحریک سیاست آشنا ہوگئی اس دور میں انھوں نے بہت سے ایسے افسانے لکھے جن میں زندگی کے واقعات کو سیاسی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ جیل، بھاڑے کا ٹٹو، قاتل، ستیہ گرہ وغیرہ میں یہ سیاسی رنگ کافی غالب ہے۔

اس کے بعد ان کی ادبی زندگی کا آخری دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور کے افسانے قطعی طور پر تمام پچھلے افسانوں پر بھاری ہیں۔ ان میں فنی تکمیل کا احساس بدرجہ اتم موجود ہے۔ ان افسانوں میں کسی نہ کسی نفسیاتی حقیقت کو کہانی کا مرکز بنایا گیا ہے اور ہر افسانے میں کسی باطنی حقیقت کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

اس دور کے افسانوں میں پریم چند ایک مصلح کا لبادہ اتار کر ایک انقلابی افسانہ نگار کے روپ میں ہمارے سامنے آتے ہیں وہ آدرشواد کے طلسمی دائرے سے نجات حاصل کر کے اس حقیقت کے معترف نظر آتے ہیں کہ بغیر انقلابی عمل کے حالات میں تبدیلی ممکن نہیں۔

پریم چند کے افسانوں کی فضا ہمیں بہت مانوس نظر آتی ہے کیونکہ انھوں نے اپنے افسانوں کا پلاٹ ہمارے معاشرے کے گونا گوں پہلوؤں سے اخذ کیا ہے۔ ان افسانوں میں دیہاتی زندگی ہنستی بولتی اور سسکتی بلبلاتی نظر آتی ہے۔ گاؤں کے توہم پرست جاہل مرد، عورت مغرور چودھری، کنجوس بنئے، رشوت خور نمبر دار وغیرہ اپنی مخصوص ذہنی و نفسیاتی کیفیات و خصوصیات کے ساتھ ان افسانوں میں اپنی جھلک دکھاتے ہیں۔ مقدمہ بازی، مار پیٹ، عصمت فروشی، جہیز کی لعنت، بیوہ عورتوں پر توڑے جانے والے مظالم جیسے کتنے ہی سنگین مسائل ان افسانوں میں اجاگر ہوئے ہیں۔

پریم چند نے اپنے افسانوں میں بہت سے کردار پیش کئے جو حقیقت سے بہت قریب نظر آتے ہیں۔ یہ کردار تخیل کی دنیا کے نہ ہو کر حقیقی زندگی کے جیتے جاگتے کردار یا تصویریں ہیں یہ کردار مصنف کے ہاتھ کی کٹھ پتلی نہیں بلکہ کہانی میں پیش آنے والے واقعات کے مطابق ارتقاء کے مراحل سے گزرتے ہیں۔ یہ کردار جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں پریم چند کی زندگی کا بڑا حصہ اسی کے درمیان گزرا تھا اور انھوں نے اس طبقے کے افراد کی نفسیات کا گہرا مشاہدہ کیا تھا لہذا

انھوں نے ان کرداروں کی جو تصویر پیش کی ہے وہ سچی اور حقیقت سے قریب تر ہے امیر، غریب، مہاجن، وکیل، کسان، پٹواری اور زمیندار کی جو تصویریں پریم چند نے پیش کی ہیں وہ پریم چند کے گہرے مشاہدے اور حقیقت پسندی کی وجہ سے زندگی کی حرارت سے معمور نظر آتی ہیں۔

پریم چند کے افسانے زبان و بیان کی خوبیوں سے بھی مالا مال ہیں۔ ان کی زبان نہایت سلیس شگفتہ اور رواں ہے۔ فارسی اور ہندی دونوں کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ عبارت میں بے حد آمد اور زور ہے۔ حسب ضرورت تشبیہات و استعارات سے بھی کام لیتے ہیں بعض افسانوں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔ گرچہ ان کے طرز تحریر میں شاعرانہ لطافت اور رنگ آمیزی نہیں ہے لیکن انسانی زندگی اور نفسیات کے بارے میں حکیمانہ نکتے جا بجا بکھرے ہوئے ہیں۔ مکالمہ نگاری میں پریم چند کا فن بہت نکھرا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ ہر طبقے کی نفسیات اور اس کے لب ولہجہ اور زبان و بیان سے واقف ہیں۔ اور کرداروں کے مکالموں اور باتوں کو جیوں کا تیوں اصلی شکل میں پیش کر دیتے ہیں۔ بے تکلفی اور فطری انداز بیان سے ان کی تحریروں میں دلکشی کے ساتھ ساتھ بڑی زندگی اور توانائی پیدا ہو گئی ہے۔ سادہ و سلیس ہونے کے باوجود پریم چند کی تحریریں فکر انگیز نثر کا جادو جگانے میں کامیاب ہیں۔

☆☆☆

"کفن" کا تنقیدی جائزہ

'کفن' پریم چند کا شاہکار افسانہ ہے۔ اسے عالمی ادب کے کسی بھی افسانے کے مد مقابل رکھا جا سکتا ہے۔ یہ سماجی حقیقت نگاری کی بہترین مثال اور ترقی پسند افسانہ نگاری کو بنیاد

افسانہ "کفن" کا تنقیدی جائزہ : کفن پریم چند کا شاہکار افسانہ ہے ۔ یہ سماجی حقیقت نگاری کی بہترین مثال اور ترقی پسند افسانہ نگاری کو بنیاد فراہم کرنے والا افسانہ ہے ۔

فراہم کرنے والا افسانہ ہے۔ اس افسانہ سے پہلے پریم چند ایک آدرشوادی اور مصلح افسانہ نگار کی شکل میں نظر آتے ہیں لیکن اس افسانے میں مصلح کا لبادہ اتار کر ایک انقلابی افسانہ نگار کے روپ میں ہمارے سامنے آتے ہیں وہ آدرشواد کے طلسمی دائرے سے نجات حاصل کر کے اس حقیقت کے معترف نظر آتے ہیں کہ بغیر انقلابی عمل کے حالات میں تبدیلی ناممکن ہے۔ پریم چند اس افسانے میں اس سماج پر طنز کے نشتر چلاتے ہیں جو انسان کو اتنا بے بس اور بیدرد بنا دیتا ہے کہ وہ قریبی رشتوں تک کی شناخت کھو دیتا ہے اور اپنی ذات اور پیٹ کے دائرے تک محدود ہو کر زندگی کی حقیقتوں اور بنیادی انسانی قدروں کو بھی پامال کرنے سے نہیں ہچکچاتا۔

اس کہانی کے کردار مادھو، اس کی بیوی بدھیا اور اس کا باپ گھیسو ہیں۔ یہ چماروں کے نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں یہ دبے کچلے اور افلاس کے مارے ہوئے بھوکے انسان ہیں۔ بھوک اور غربت نے انھیں اتنا بے حس اور خود غرض بنا دیا ہے کہ مادھو دردزہ میں تڑپ رہی ہے اور باپ بیٹا چوری کے آلو بھون کر کھا رہے ہیں۔ دونوں میں سے کوئی دم توڑتی ہوئی بدھیا کو اس ڈر سے دیکھنے کے لئے نہیں جاتا کہ دوسرا اس کے حصے کا آلو بھی کھا جائے گا۔ بدھیا تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتی ہے باپ بیٹے گاؤں کے زمیندار اور دوسرے لوگوں سے کفن اور کریا کرم کے لئے پانچ روپیہ اکٹھا کرتے ہیں۔ پھر یہ سوچ کر کہ جسے زندگی میں چیتھڑے کے سوا پہننے کو کچھ بھی نہ ملا وہ مرنے کے بعد نیا کفن لے کر کیا کرے گی، دونوں سارا پیسہ کھانے پینے اور شراب پینے میں خرچ کر دیتے ہیں۔ میخانے سے باہر نکل کر وہ ناچتے گاتے ہیں بیوی اور بہو کی موت سے بے پروا ان کا بے مقصد ناچنا گانا انسانی بے حسی اور خود غرضی کی اور بے حسی کی انتہا ہے۔

یہ کہانی سماجی حقیقت نگاری کا نقطۂ آغاز اور جرأت فکر کی دلیل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی تمثیلی تہداری اور آغاز و انتہا کے بلیغ اشاروں کی وجہ سے بھی ممتاز ہے اس کہانی میں تکنیک کی فنکارانہ ترتیب اور واقعات، کردار اور جملوں کی مدد سے کہانی کا ہنر اپنے عروج پر ہے اس افسانے میں کوئی لفظ یا جملہ بیکار نہیں۔ بقول وقار عظیم:

"کفن میں غیر محسوس طریقہ پر نئے افسانوں کا نفسیاتی فن صحیح اعتدال اور گہرے اثر کے ساتھ برتا گیا ہے۔ اس میں شعور کی رو کا عمل ہے لیکن فنی توازن اور تناسب نے اسے

کہیں بے ہنگم اور بیباک نہیں ہونے دیا ہے۔ بے ربطی کے باوجود اس میں ایک ایسا ربط ہے جس سے افسانہ مجموعی طور پر تاثرات کا گہرا نقش بن جاتا ہے۔"

اس افسانے میں مکالمہ نگاری کا فن اپنے عروج پر ہے۔ مادھو اور گھیسو کے معنی خیز مکالموں کا ایک ایک لفظ تیر کی انی کی مانند دل میں اتر جاتا ہے۔ یہ مکالمے سماج کی بے رحمی و سفاکی کو بے نقاب کرتے ہیں۔

"کیسا برا رواج ہے کہ جسے جیتے جی تن ڈھانکنے کو چیتھڑا بھی نہ ملے اسے مرنے پر نیا کفن چاہئے۔"

"کفن لاش کے ساتھ جل ہی تو جاتا ہے۔"

"اور کیا رکھا ہے، یہی پانچ روپے ملتے تو کچھ دوا دارو کرتے۔"

"مرنا ہے تو جلدی سے مر کیوں نہیں جاتی۔ دیکھ کر کیا آؤں۔"

"بے چاری بڑی اچھی تھی۔ مری بھی تو خوب کھلا پلا کر۔ مرتے وقت ہماری جندگی کی لالسا پوری کر گئی۔ وہ بیکنٹھ ضرور جائے گی۔

یہ پورا افسانہ ایسے ہی سادہ و عام فہم الفاظ سے مرکب ہے لیکن ان میں ایسا طنز ہے جو ہمارے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے یہ مکالمے سماجی حالات کی ستم ظریفیوں کو بے نقاب کر دیتے ہیں اور ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا کے سماجی کھوکھلے پن کی طرف اشارہ کرتے ہیں بدھیا کی موت دراصل مادھو، گھیسو اور پورے بے ضمیر سماج کی موت ہے اور بدھیا کا کفن سارے سماج کا کفن ہے۔

اس طرح یہ افسانہ بے لاگ اور بے رحم حقیقت نگاری کی نمائندہ مثال ہے۔ یہ افسانہ ترقی پسند افسانے کے لئے حقیقت نگاری کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور بقول وقار عظیم:

"ترقی پسندی کے سارے اچھے عناصر کا لطیف مجموعہ اور برے عناصر سے محفوظ 'کفن' فن اور حقیقت کا بہت اچھا امتزاج ہے۔"

☆☆☆

Scanned with CamScanner